اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (التوبہ:119)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

رجال اللہ کی ضرورت:

حضرت مرشد عالمؒ فرمایا کرتے تھے کہ "انسان کا دنیا میں آ جانا آسان ہے مگر صحیح معنوں میں انسان بن جانا مشکل کام ہے، جو بنتا ہے یا بناتا ہے وہ پتہ پاتا ہے"۔ یہ بات سو فیصد درست ہے کہ آدمی اپنے آپ کو بنانا چاہے تو وہ نہیں بنا سکتا۔ تورات کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا، تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ (یوسف:111) کہ ہر چیز کی تفصیل موجود ہے۔ مگر اس کے باوجود ان لوگوں کو حکم دیا گیا کہ تم حضرت موسیٰؑ کی پیروی کرنا۔ قرآن مجید کے بارے میں کہا گیا، تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ (النحل:89) کہ اس میں ہر بات کی وضاحت موجود ہے، مگر حکم دیا گیا کہ تم نبی اکرم ﷺ کی پیروی کرنا۔ نبی اکرم ﷺ اس دنیا میں دو چیزیں لائے، ایک روشن کتاب اور دوسرا روشن دل، ایک علم کامل دوسرا عمل کامل۔ انسانیت کی ہدایت کیلئے یہ دو چشمے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے سامنے قرآن پاک نازل ہوتا تھا لیکن اس کے باوجود نبی اکرم ﷺ کے بارے میں فرمایا وَيُزَكِّيْهِمْ اور وہ ان کا تزکیہ کرتے تھے۔ معلوم یہ ہوا کہ تزکیہ کیلئے کسی مُزکّی کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کپڑے دھونے کیلئے دھوبی کی ضرورت ہوتی ہے جو اس پر صابن لگا کر اس کے اندر کا میل نکال دیتا ہے۔

ایک عقلی دلیل:

کوئی بھی طالبعلم جب پرچہ دینے بیٹھتا ہے تو وہ اپنے ذہن کے مطابق ہر ہر سوال کا صحیح جواب لکھتا

ہے۔ اگر اس کو پتہ ہو کہ جواب غلط ہے تو وہ لکھے ہی کیوں؟ وہ تو بیچارہ راتوں کو جاگتا رہا، وہ تو دعائیں بھی منگواتا رہا کہ میں کامیاب ہو جاؤں، اس کے دل کی تو تڑپ تھی۔ لیکن جب کسی ممتحن کے سامنے اس کا پرچہ جاتا ہے تو وہ بتا دیتا ہے کہ یہ غلط ہے وہ غلط ہے۔ اس وقت طالبعلم کو اپنی غلطی کا احساس ہوتا ہے یہی معاملہ انسان کا ہے کہ وہ اپنی ذات کی اصلاح خود نہیں کر سکتا کیونکہ نفس اسکے سامنے اسکے عیوب کو مزین کر کے پیش کرتا ہے، ہر بات کی کوئی نہ کوئی Logic (دلیل) پیش کر دیتا ہے۔ رشوت لینے والا ہمیشہ کہے گا کہ میں اپنے لئے تو نہیں لیتا آخر بچوں کو بھی تو پالنا ہے۔ انسان اسی طرح شیطان کے مکر و فریب میں آ کر برائی کا مرتکب ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے شیخ کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ وہ آدمی پر نظر رکھے۔ اللہ کرے کہ ہم کسی کی نگاہوں میں رہنے والے ہوں کیونکہ وہ دن ماتم اور غم کا دن ہوگا جب ہمارے اوپر نظر رکھنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

حضرت مرشد عالمؒ کا اظہار افسوس:

حضرت مرشد عالمؒ ایک مرتبہ حج پر تشریف لے گئے تو حضرت قاری فتح محمدؒ کی ملاقات کیلئے ان کے ہاں گئے۔ آپ جس وقت پہنچے اس وقت حضرت قاری صاحبؒ لیٹے ہوئے تھے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ جب میں نے انہیں لیٹے ہوئے دیکھا تو میں نے ان کے پاؤں دبانے شروع کر دیئے۔ حضرت قاری صاحبؒ نے فوراً پاؤں سمیٹ لئے۔ اور فرمایا، ناں ناں، آپ سے تو میں یہ کام نہیں کروا سکتا۔ میں نے کافی اصرار کیا مگر نہ مانے۔ بالآخر میں رو پڑا اور کہنے لگا کہ آج یہ کیسا وقت آ گیا ہے کہ دنیا میں مجھے کوئی ایسا بندہ نظر نہیں آتا جو مجھے اپنے پاؤں دبانے کی اجازت دے دے۔

اکابرین امت اور ضرورت مرشد:

سالک کے سر پر شیخ کی روحانیت اور اس کی دعاؤں کا سایہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑے بڑے

مشاہیر علماء نے بھی اللہ والوں کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔سفیان ثوریؒ فرماتے تھے کہ اگر ابو ہاشم صوفیؒ نہ ہوتے تو ہم ریاء کے باریک نکتوں سے کبھی واقف نہ ہوسکتے۔خود امام اعظم ابو حنیفہؒ حضرت جعفر صادقؒ کی صحبت میں رہے جو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں پانچویں نمبر پر آتے ہیں اور اس کے بارے فرمایا لَوْ لَا السَّنَتَانِ لَهَلَكَ النُّعْمَانُ اگر یہ دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہو جاتا۔امام غزالیؒ کے پیرو مرشد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ حضرت خواجہ بوعلی فارمدیؒ تھے۔امام غزالیؒ خود اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ میں نے خواجہ بوعلی فارمدیؒ سے ظاہری تربیت بھی پائی اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات بھی حاصل کئے امام احمد بن حنبلؒ حضرت بشر حافیؒ کی صحبت میں جایا کرتے تھے۔کسی نے کہا، حضرت! آپ تو اتنے بڑے عالم ہیں، آپ ایک خرقہ پوش آدمی کے پاس کیوں جاتے ہیں؟ فرمایا ''میں عالم بکتاب اللہ ہوں اور وہ عالم باللہ ہیں اس لئے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں''۔

امام غزالیؒ کے نزدیک تحصیل علم کے مقاصد:

امام غزالیؒ نے زمانہ طالبعلمی میں ہی خواجہ بوعلی فارمدیؒ سے تربیت پائی۔ان کی تربیت پر روشنی ڈالنے کیلئے ان کے زمانہ طالبعلمی کا ایک واقعہ سناتا ہوں۔جس مدرسہ میں امام غزالیؒ پڑھتے تھے وہ مدرسہ وقت کے بادشاہ نظام الملک طوسی نے بنوایا تھا۔مدرسہ کے حالات کے بارے میں بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ جناب! آپ نے جو مدرسہ بنوایا تھا وہاں پر تو طلباء سب کے سب دنیا دار ہیں، دین سیکھنے والا کوئی بھی نہیں۔بادشاہ نے کہا، اچھا میں اتنا پیسہ خرچ کر رہا ہوں اور اگر طلباء وہاں کتابیں پڑھ کر بھی دنیا دار بنیں گے تو کیا فائدہ، اس مدرسہ کو تو بند ہی کر دیا جائے۔مگر دل میں خیال آیا کہ میں وہاں جا کر احوال تو دیکھوں۔

جب بادشاہ اپنا بھیس بدل کر وہاں پہنچا تو اس نے ایک طالب علم سے پوچھا کہ بھائی! آپ یہاں کیسے آئے؟ کہنے لگا، میں علم پڑھ رہا ہوں، میرے والد فلاں جگہ مفتی ہیں، میں بھی مفتی بنوں گا، لوگوں میں عزت ہوا کرے گی۔ دوسرے سے پوچھا تو اس نے کہا، میرے والد فلاں جگہ قاضی ہیں، میں بڑا ہو کر ان کا عہدہ سنبھالوں گا۔ تیسرے سے پوچھا تو اس نے کہا، وقت کا بادشاہ علماء کی بڑی قدر کرتا ہے، میں عالم بنوں گا اور بادشاہ کا مصاحب بنوں گا۔ یہ سب باتیں سن کر بادشاہ نے سوچا کہ واقعی یہ تو سب کے سب دنیادار ہیں، مجھے اتنے پیسے خرچ کرنے کا کیا فائدہ؟ یہ ارادہ لے کر جب باہر نکلنے لگا تو دروازہ کے قریب اس نے دیکھا کہ ایک طالب علم چراغ جلائے پڑھ رہا ہے۔ اس نے سوچا کہ چلو اس سے بھی بات کرتا چلوں۔ چنانچہ بادشاہ قریب ہوا اور کہا، السلام علیکم۔ طالب علم نے کہا وعلیکم السلام، اور پھر پڑھنا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ مجھ سے کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ طالب علم نے کہا' جی میں آپ سے یہاں باتیں کرنے تو نہیں آیا۔ بادشاہ نے پوچھا بھئی! آپ کس لئے آئے ہیں؟ طالب علم نے جواب دیا، میں یہاں اس لئے آیا ہوں کہ میں اپنے پروردگار کو راضی کروں، مجھے نہیں پتہ کہ میں اسے کیسے راضی کر سکتا ہوں، یہ باتیں ان کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں، میں وہ کتابیں پڑھوں گا، ان باتوں کو سمجھ کر ان پر عمل کروں گا اور اپنے پروردگار کو راضی کروں گا۔ یہ بچہ جب بڑا ہوا تو اپنے وقت کا امام غزالی بنا۔ یہ شیخ کی صحبت تھی جس نے بچپن سے ہی ان کے دل میں یہ جذبہ بھر دیا کہ دین پڑھنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہوتی ہے۔

رضائے خداوندی کی اہمیت:

چٹائیوں پر بیٹھ بیٹھ کر آدمی کے گھٹنوں اور ٹخنوں پر نشان پڑ جاتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ دل میں پیدا نہ ہوا تو یہ نشان فائدہ نہیں دیں گے۔ کیا جانوروں کے گھٹنوں اور ٹخنوں پر

نشان نہیں ہوتے؟ جاؤ کسی بیل کو دیکھو، جاؤ گھوڑے اور گدھے کو دیکھو، تمہیں ان کی ٹانگوں اور ٹخنوں پر نشان نظر آئیں گے۔ جو طالب علم یہ سوچے کہ صف پر بیٹھ بیٹھ کر جسم پر نشان پڑ چکے ہیں تو اسے سن لینا چاہئے کہ اگر مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہوگی تو ایک ایک حرف کے پڑھنے پر اجر ملے گا اور اگر مقصود دنیا ہوگی تو یہ بوجھ ہوگا جو گدھے کی پشت پر لاد دیا گیا ہو۔

امام زین العابدینؒ کی اپنے بیٹے کو نصیحت:

امام زین العابدینؒ نے اپنے بیٹے باقرؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، بیٹا! چار آدمیوں کے پاس نہ رہنا، راستہ چلتے ہوئے ان کے ساتھ تھوڑی دیر کیلئے بھی نہ چلنا۔ کہنے لگے کہ میں بڑا حیران ہوا کہ وہ اتنے خطرناک ہیں!!! پوچھا کہ وہ کونسے آدمی ہیں؟ فرمایا، ایک بخیل آدمی، اس سے کبھی دوستی نہ کرنا اس لئے کہ وہ تجھے ایسے وقت میں دھوکا دے گا جب تجھے اس کی بہت ضرورت ہوگی۔ دوسرا جھوٹا آدمی، کہ وہ دور کو قریب ظاہر کرے گا اور قریب کو دور۔ اور تیسرا فاسق آدمی کیونکہ وہ تجھے ایک لقمہ کے بدلے یا ایک لقمہ سے بھی کم میں بیچ دے گا۔ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا، ابو! ایک لقمہ میں بیچنا تو سمجھ میں آتا ہے ایک لقمہ سے بھی کم میں بیچنے کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا کہ وہ تمہیں ایک لقمہ کی امید پر بیچ دے گا۔ اور چوتھا قطع رحمی کرنے والا آدمی کیونکہ میں نے قرآن میں کئی جگہ اس پر لعنت دیکھی ہے۔ یہ باپ کی صحبت کے انمول موتی تھے جو بیٹے کو مل رہے تھے۔ ایک وہ وقت تھا کہ باپ اپنے بیٹوں کو نصیحت کیا کرتے تھے۔

مولانا یحییٰؒ کا ملفوظ:

شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریاؒ فرماتے تھے کہ میرے والد مولانا یحییٰؒ فرمایا کرتے تھے کہ طالب علم کتنا ہی کند ذہن کیوں نہ ہو اگر اسے دوستی لگانے کا مرض نہیں تو وہ کبھی نہ کبھی منزل پر پہنچ جائے گا۔ اور کوئی طالب علم کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو، اگر اسے دوستی لگانے کا مرض ہے تو وہ کبھی بھی منزل پر نہیں پہنچ سکے گا۔ اسی طرح انسان دیکھے کہ وہ کن لوگوں کے ساتھ اپنا وقت گزار رہا ہے۔

اچھے اور برے دوست کی مثال:

حدیث مبارکہ میں برے دوست کی مثال لوہار کی بھٹی کی مانند بتائی گئی ہے۔اگر آپ کی دوستی لوہار کے ساتھ ہوتو آپ جا کر دیکھئے کہ آپ کو کوئلوں کی سیاہی ملے گی۔اگر اور زیادہ قریب جا کر بیٹھیں گے تو دھواں ملے گا، اگر اور زیادہ قریب جا کر بیٹھیں گے تو آگ سے کپڑے جلیں گے۔اور نیک دوست کی مثال عطار کی مانند ہے۔اس کے پاس جایئے۔اول تو عطر کی خوشبو آئے گی اور اگر اچھا دوست ہوگا تو وہ عطر ہی دے دے گا۔اگر فاسق کی دوستی ہوگی تو یقیناً زہر ہوگی۔آہستہ آہستہ انسان پر اس کا اثر ہونا شروع ہو جائے گا۔کسی شاعر نے اسی مضمون کو یوں بیان کیا ہے:

جہاں عطر کھنچتا ہے جاؤ وہاں گر تو آؤ گے اک روز کپڑے بسا کر
جہاں آگ جلتی ہے جاؤ وہاں گر تو آؤ گے اک روز کپڑے جلا کر
یہ مانا کہ کپڑے بچاتے رہے تم مگر آگ کی سینک کھاتے رہے تم

یعنی جہاں عطر بنایا جاتا ہے وہاں کپڑوں میں خوشبو رچی ہوئی ہوتی ہے۔اور جہاں آگ جلتی ہے اگر وہاں جاؤ گے تو ایک نہ ایک دن اپنے کپڑے جلا کر آؤ گے۔اگر کوئی آدمی کہے کہ میں آگ کے پاس بھی بیٹھتا ہوں اور کپڑے بھی نہیں جلنے دیتا تو ہاں مان لیا کہ تم کپڑے تو بچاتے رہے مگر آگ کی گرمی تو تجھے پہنچتی رہی۔اسی طرح آدمی برے دوستوں کی صحبت میں گناہوں سے بچ بھی جائے تو گناہوں کے اثرات سے نہیں بچ سکتا۔

ناجنس کی صحبت سے پرہیز:

سالک اگر کسی ناجنس سے صحبت رکھے گا تو وہ اپنے مقام سے گر جائے گا۔ناجنس ایسے آدمی کو کہتے ہیں جس کا مقصد کچھ اور ہو، جو ہم مشرب نہ ہو کیونکہ ہم مشرب تو اسے کہتے ہیں جس کا مقصود ایک ہو۔برا

دوست تو سانپ کی مانند ہوتا ہے جو آدمی کو ڈس لیا کرتا ہے۔سانپ نے ڈسا تو بندہ جسمانی موت مرا اور برے دوست نے ڈسا تو انسان روحانی موت مر گیا۔

جانوروں کی صحبت کے اثرات:

کئی لوگ کہتے ہیں کہ جی میں نے فاسق دوست تو بنائے ہوئے ہیں لیکن ان کی باتوں کا میرے اوپر اثر نہیں ہوتا۔ یہ سو فیصد غلط بات ہے کیونکہ آدمی پر تو جانوروں کی صحبت کا بھی اثر ہو جاتا ہے۔علماء کرام نے لکھا ہے کہ جو آدمی گھوڑوں کی سواری کرنے والا ہو اس کے اندر جوانمردی کا جذبہ ہوتا ہے، جو آدمی اونٹوں کی صحبت میں رہنے والا ہو اس کے اندر ہٹ دھرمی ہوتی ہے جو بکریاں پالنے والا ہو اس میں عجز و انکساری ہوتی ہے۔اگر ان جانوروں کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان کی فطرت طبیعت پر اثر کرتی ہے تو جو انسانوں کے ساتھ رہے گا اس پر اثر کیوں نہیں ہوگا۔

اللہ والوں کا فیضان نظر:

حضرت مرشد عالمؒ ایک عجیب بات فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو، بری نظر کا لگ جانا شریعت سے ثابت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے اَلْعَیْنُ حَقٌّ (بخاری شریف ص ۲۱۶۷ ح ۵۴۰۸) تو فرماتے تھے کہ جس نظر کے اندر بغض ہے، کینہ ہے، عداوت ہے، دشمنی ہے اگر وہ نظر انسان کے اوپر اثر کر دیتی ہے تو شیخ کی وہ نظر جس میں شفقت ہو، رحمت ہو، محبت ہو، عنایت ہو، اخلاص ہو وہ نظر انسان کے دل پر کیوں نہیں اثر کرے گی۔ اللہ والوں کی بھی نظر لگ جاتی ہے۔ اللہ کرے کہ کسی کی نظر ہمارے دلوں پر لگ جائے (آمین)۔جی ہاں، تبھی تو آدمی محفوظ رہتا ہے۔اور سیدھے راستہ پر چلتا رہتا ہے۔اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (التوبہ:119) اور سچے لوگوں کی صحبت اختیار کرو۔

سالکین طریقت کا بنیادی فرض:

مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

قال را بگزار مرد حال شو پیش مردِ کاملِ پامال شو
صَد کتاب و صَد ورق دَر نار کُن جان و دل را جانب دِلدار کُن

کہ صد (سو) کتابیں اور صد (سو) ورق آگ میں ڈال دے اور جان و دل کو دلدار کے حوالے کر دے۔ یہ چیز شیخ کی صحبت میں بیٹھ کر آتی ہے۔ کسی پنجابی شاعر نے اسی مضمون کو یوں بیان کیا:

مٹی بن کے کمہار دے وس پیئے تے پیالے والڑا بھیس وٹا لیئے
قسمت نال جے پک کے توڑ چڑھئے مزہ یار دے لباں دا پا لیئے

مٹی بن کر ہم کسی کمہار کے ہاتھوں میں آئیں جو ہمیں پیالے کی شکل میں ڈھال دے اگر قسمت سے ریاضت کی بھٹی سے پک کر نکلے تو محبوب کے لبوں سے لگنے کا ہمیں لطف نصیب ہو جائے گا۔ میرے دوستو! ہم اپنے آپ کو مٹی سمجھیں اور اپنے آپ کو شیخ کے حوالے کر دیں، پھر وہ ہمیں جس شکل میں ڈھالے ڈھلتے چلے جائیں۔ پھر دیکھنا کہ اللہ رب العزت ہمیں کیسے معرفت کے جام پلائیں گے۔ دیکھیں کہ جس پودے کا مالی کوئی نہ ہو وہ کتنا بدصورت ہوتا ہے، اس کی شاخیں کسی ڈھب پر نہیں ہوتیں، ٹیڑھا میڑھا ہوتا ہے۔ لیکن اگر اس کا کوئی مالی ہو تو وہ اس کی شاخوں کو تراشتا ہے اور اس طرح یہ پودا دیکھنے میں بھی دیدہ زیب اور جاذب نظر ہوتا ہے۔ اللہ کرے کہ ہمارا بھی کوئی نگہبان ہو۔ اس نگہبان کو شیخ کہتے ہیں۔

صحبت نبوی ﷺ کے اثرات:

صحابہ کرامؓ کو جو شرف نصیب ہوا وہ ان کی ریاضت اور علمی کمالات سے نہیں بلکہ ان کو نبی اکرم ﷺ کی صحبت نصیب ہونے سے ملا۔ چنانچہ وہ صحابیؓ جس نے ایمان کی حالت میں نبی اکرم ﷺ کے چہرہء انور کی طرف دیکھا اور چند ہی لمحوں کے بعد ان کو موت آ گئی ان کو ایسا درجہ نصیب ہو گیا کہ اگر ساری دنیا بڑے بڑے اولیاء، غوث، ابدال اور اقطاب سے بھر جائے تو اس صحابیؓ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی۔

سیدنا امیر معاویہؓ کی فضیلت:

امام شافعیؒ سے کسی نے سوال پوچھا کہ حضرت! سیدنا امیر معاویہؓ کا درجہ بڑا ہے یا عمر بن عبدالعزیزؒ کا۔ عمر بن عبدالعزیزؒ بعد کے دور کے تھے اور خلیفہء عادل تھے جبکہ سیدنا امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بہت لڑائیاں رہیں۔ اور انہی جنگوں کی وجہ سے حالات پر امن نہ تھے اس لئے اس آدمی نے ان دو شخصیات کے بارے میں سوال کیا۔ امام شافعیؒ نے ایسا جواب دیا جو سونے کی روشنائی سے لکھنے کے قابل ہے۔ فرمایا، "جب سیدنا امیر معاویہؓ نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ جہاد کیلئے نکلے اور ان کے گھوڑے کے نتھنوں میں جو گرد اور مٹی جا پڑی، عمر بن عبدالعزیزؒ سے اس مٹی کا رتبہ بھی بڑا ہے"

پیر ککڑ چیر:

اللہ کرے کہ ہمیں کوئی ڈانٹنے والا ہو۔ آجکل پیر مرید بن کر رہتے ہیں اور مرید پیر بن کر رہتے ہیں۔ پیر مریدوں کی رضا حاصل کرنے کیلئے ان کی خدمت کرتے پھرتے ہیں۔ اس لئے کہ پیر کی نظر مرید کی جیب پر ہوتی ہے۔ ایسے دنیا دار پیر "پیر" نہیں ہوتے، وہ تو "پیڑ" ہوتے ہیں۔ پتہ ہے کہ "پیڑ" کسے کہتے ہیں؟ 'پیڑ' درد کو کہتے ہیں۔ پیر ککڑ چیر۔ وہ پیر نہیں ہوتے بلکہ کلنک کا ٹیکہ (بدنامی کا دھبہ) ہوتے ہیں جنہوں نے اصل پیروں کو بھی بدنام کر رکھا ہے۔

ایک نقلی پیر کی حکایت:

حضرت اقدس تھانویؒ نے لکھا ہے کہ ایک آدمی طالب صادق تھا کسی شیخ سے بیعت تھا۔اس شیخ کی نظر اس کے مال پر تھی۔ اس آدمی نے ایک خواب دیکھا اور آکر پیر صاحب کو بیان کیا۔ کہنے لگا، حضرت! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ کے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور میرے ہاتھ پر گندگی لگی ہوئی ہے۔بس پیر صاحب نے سنا تو فوراً کہہ اٹھے کہ یہ بالکل سچا خواب ہے کیونکہ ہم دیندار لوگ ہیں، ہمارے ہاتھ پر شہد لگا ہوا ہے اور تم دنیا دار ہو اور تمہارے ہاتھ پر نجاست لگی ہوئی ہے۔ وہ کہنے لگا، حضرت! ابھی پورا خواب تو سنیں۔ پورا خواب کیا ہے؟ کہنے لگا کہ آپ نے اپنا ہاتھ میرے منہ میں دیا ہوا ہے اور میں نے اپنا ہاتھ آپ کے منہ میں دیا ہوا ہے۔مرید کو عقیدت کی وجہ سے شیخ سے پھر بھی فائدہ ہو رہا تھا مگر شیخ کی نظر چونکہ مرید کی جیب پر تھی اس لئے اس کو اس سے نقصان ہو رہا تھا۔

مرید کی ڈانٹ ڈپٹ کیوں ضروری ہے؟

آج کے دور میں کاملین لوگ کہاں نظر آتے ہیں جو استغناء کے ساتھ بندہ کو اللہ سے واصل کرنے کیلئے محنت کر رہے ہوں۔اللہ کرے کہ ہم کاملین کی صحبت میں رہنے والے بن جائیں۔

شیخ کامل کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ ڈانٹ ڈپٹ کرتا رہتا ہے۔ ہمارے حضرتؒ فرماتے تھے کہ 'دَب' نہ ہو تو ادب پیدا نہیں ہوتا۔ جب ڈانٹ پڑتی ہے تو کئی دوست گھبرا جاتے ہیں۔نہیں، بلکہ اسے تریاق سمجھیں کیونکہ مشائخ نے لکھا ہے کہ شیخ کی جس مرید پر زیادہ نظر ہوتی ہے شیخ اس کی زیادہ ڈانٹ ڈپٹ کیا کرتا ہے۔یہ ڈانٹ ڈپٹ کرنا شیخ کا منصب ہوتا ہے۔اور آج کے پیر تو "چپ شاہ" بنے ہوئے ہوتے ہیں، مرید جو کچھ کرتے پھریں، سنت پر عمل ہو رہا ہو یا بدعت پر، پیر صاحب تو چپ کر کے بیٹھے ہوتے ہیں۔ کہتے ہیں، او جی! شاہ صاحب تو پہنچے ہوئے ہیں۔ ہاں، بیچارے پہنچے ہوئے ہوتے ہیں مگر

کہاں؟ جہنم میں یا جہالت کی تاریکیوں میں۔ ہمارے ہاں ایسی پیری مریدی نہیں ہوتی۔ ہمارے ہاں ڈانٹ ڈپٹ اور دین سیکھنے سکھانے کا نام پیری مریدی ہے۔ شیخ کا منصب ایسا ہوتا ہے کہ جس میں ڈانٹنا اور کہنا ضروری ہوتا ہے۔ اگر جراح کسی کو نشتر لگائے تو وہ ظلم نہیں ہوتا بلکہ وہ عین پیار ہوتا ہے شفقت اور رحمت ہوتی ہے۔ گویا لوگ نشتر بھی لگواتے ہیں اور شفایاب ہو کر اسی طبیب کو دعائیں بھی دیا کرتے ہیں۔ شیخ کی ڈانٹ ڈپٹ بھی اسی نشتر کی مانند ہوتی ہے جس سے بندہ کے جسم کے جو ناسور ہوتے ہیں ان کا گندہ مواد نکالا جاتا ہے۔

ڈانٹتے وقت مشائخ کی کیفیت:

حضرت اقدس تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جب شیخ کسی کو ڈانٹتا ہے تو اپنے آپ کو اس سے افضل نہیں سمجھتا۔ بلکہ اس کی حالت تو اس جلاد کی سی ہوتی ہے جس کو حکم دیا جائے کہ شہزادہ کی فلاں غلطی پر دو کوڑے لگاؤ۔ جلاد شہزادے کو کوڑے تو مار رہا ہوگا مگر اس کے دل میں اس شہزادے کی عظمت بھی ہوگی۔ شیخ تو اس احساس سے ڈانٹتے ہیں کہ جیسے کسی خوبصورت بچے نے اپنے چہرے پر مٹی لگا لی ہے اب اس کو دھو دیں گے تو اندر سے چمکتا ہوا چہرہ نکل آئے گا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا عجز:

مشائخ میں تو اتنا عجز ہوتا ہے کہ اگر ہمارے سامنے کھل جائے تو ہم حیران ہو جائیں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے ایک آدمی نے آ کر کہا کہ فلاں بزرگ تو لوگوں کو بڑے استخارے کرنے کے بعد بیعت کرتے ہیں لیکن آپ کے پاس تو جو بھی آتا ہے آپ اسے بیعت کر لیتے ہیں فرمایا کہ میں تو ہر ایک کو اس لئے بیعت کر لیتا ہوں کہ اگر قیامت کے دن میرے مرید اپنے پیر کو جہنم میں جاتا ہوا دیکھیں گے تو کوئی تو ان میں سے ایسا ہوگا جو پیر کی شفاعت کرے گا۔ کسی ایک کی شفاعت سے اللہ تعالی پیر کو بھی جنت جانے کی توفیق دے دیں گے

پیر اور مولوی کے ہونٹوں کا سیمنٹ:

ایک عجیب بات سنیں کہ حلوہ پیر اور مولوی کے ہونٹوں کا سیمنٹ ہے۔یعنی جو پیر حلوے کھائے گا وہ مریدوں کی کیا اصلاح کرے گا؟ جو مولوی حلوے کھائے گا وہ لوگوں کو کیا دین سکھائے گا؟ وہ تو لوگوں کی رضا کے مطابق ان کو مسائل بتائے گا۔ ہمارے مشائخ کا یہی تو اعزاز ہے کہ انہوں نے حلووں پر نہیں بلکہ اللہ کے جلووں پر نظر رکھی ہے۔ دنیا کے طالب نہیں بلکہ وہ اللہ کے طالب بن کر رہے ہیں۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَ طَالِبُھَا کِلَابٌ دنیا ایک مردار ہے اور اس کو چاہنے والے کتے ہیں۔

لمحہء فکریہ:

میرے دوستو! آپ حضرات اپنے اوقات کی حفاظت کیجئے۔ یہ دو چار دن میرے اور آپ کیلئے سرمایہ بن جائیں گے، اگرچہ تھوڑے سے دن ہیں مگر فرق نہیں پڑتا، ہیں تو سہی۔ دیکھیں ایک بڑھیا " اٹی" لے کر جارہی تھی تاکہ حضرت یوسفؑ کو خرید سکے۔ کسی نے پوچھا، اماں! آپ کو وہاں کون پوچھے گا' وہاں تو بڑے بڑے امراء اور خریدار آئیں گے، شہزادے اور بادشاہ آئیں گے۔ وہ کہنے لگی، بیٹا! یہ تو میں بھی جانتی ہوں کہ میں حضرت یوسفؑ کو خرید تو نہیں سکوں گی مگر دل میں یہ بات ہے کہ قیامت کے دن جب اعلان ہوگا کہ حضرت یوسفؑ کے خریدار کہاں ہیں تو میں بھی خریداروں میں شامل ہوجاؤں گی۔

میرے دوستو! جب قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ میری یاد میں سفر کرنے والے کہاں ہیں؟ میری یاد میں بیوی بچوں کو چھوڑ کر مسجدوں کے دھکے کھانے والے کہاں ہیں؟ تو ممکن ہے کہ ہمیں بھی ان میں شمار کرلیا جائے۔ اگر ہم ان اوقات کی قدر کرلیں گے تو یہ ہماری زندگی کا سرمایہ بن جائیں گے۔

اللہ رب العزت ہماری اصلاح فرمادے اور قیامت کے دن ہمیں بخشش کئے ہوئے گناہ گاروں کی قطار میں شامل فرمالے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَo